مولانا اسیر ادروی۔ جامعہ اسلامیہ بنارس

دینی مدارس میں سائنس کی تعلیم!

" دینی مدارس اور سائنسی تعلیم " کے نام سے پچھلے دنوں مسلم یونیورسٹی علی گڈھ میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں چالیس کے قریب مضامین اور مقالے پڑھے گئے۔ مقالہ نگاروں میں کچھ تو جدید تعلیم یافتہ طبقہ سے تعلق رکھتے تھے اور کچھ وہ لوگ تھے جو گاؤں اور قصبوں کے دینی مدارس میں درس و تدریس کا کام کرتے ہیں۔ ان سارے مضامین کو مسلم یونیورسٹی کے رسالہ " تہذیب الاخلاق " کے ماہ مئی کے شمارے میں یک جا کر کے شائع کر دیا گیا ہے۔

تقریباً ایک سال سے مسلمانوں میں سائنس کی تعلیم کو فروغ دینے کی تحریک چلائی جا رہی ہے۔ اس کام کے لئے مسلم یونیورسٹی میں ایک شعبہ " مرکز فروغ سائنس " کے نام سے کھولا گیا ہے۔ یہ کانفرنس اسی مرکز کی طرف سے بلائی گئی تھی۔ اس مرکز نے اتر پردیش اور بہار میں دینی مدارس کا سروے بھی کرایا ہے۔ وہ پرائمری درجات سے لے کر آخر تک ریاضی، سائنس اور انگریزی تینوں مضامین کو دینی مدارس کے نصاب میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ دینی مدارس کے نصاب میں کتربیونت کر کے ان مضامین کو اس میں شامل کیا جا سکتا ہے اور صرف ان مضامین کے اساتذہ کا اضافہ کر کے یہ تحریک اپنی منزل پر پہنچ سکتی ہے۔

کانفرنس میں پڑھے گئے مضامین، کنوینر کے خطبۂ استقبالیہ اور مہمان خصوصی کی تقریر میں ان علوم کی اہمیت و ضرورت پر پورا زور قلم اور زور بیان صرف کیا گیا ہے۔ اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ قرآن و حدیث میں ان علوم کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ موجودہ دور میں مسلمانوں کی پستی اور بدحالی کا واحد سبب بھی ان علوم کی ناواقفیت کو بتایا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ جب تک مسلمان ان علوم سے بے بہرہ رہے گا وہ کبھی بھی ترقی کی منزلیں طے نہیں کر سکے گا۔ بلکہ بتدریج پستی میں گرتا چلا جائے گا۔

" تہذیب اخلاق " کے مدیر نے مسلمانوں کو سائنس کی تعلیم کی اہمیت و ضرورت پر زور دیتے ہوئے بعض غلط فہمیوں کو دور کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

> " آج بھی بعض حلقوں میں یہ خیال پایا جاتا ہے کہ سائنس سے مذہب میں بیزاری آتی ہے۔ ہم اس خیال کی پرزور الفاظ میں تردید کرتے ہیں۔ اس غلط خیال کی بنیاد سائنس کی تاریخ سے لاعلمی، سائنس کی بابت

غلط فہمی اور بے جا تعصب ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ عظیم سائنسدانوں اور سائنسی تحقیق کے شہسواروں کی بڑی اکثریت مذہب اور روحانیت کی قائل رہی ہے“

پھر اسی سانس میں اپنے مذکورہ بالا بیان کے بالکل برعکس وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ:۔

”غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ سائنس پر مذہب بیزاری کے الزام کی بنیادی وجہ مغرب میں سائنس اور مذہب کے نام پر ماضی میں ہونے والا ٹکراؤ ہے۔ اس ٹکراؤ کو اس کے صحیح پس منظر میں دیکھے بغیر بعض مسلم دانشوروں نے یہ غلط نتیجہ نکالا کہ سائنس فطرتاً مذہب کے خلاف ہے۔ دراصل یہ ٹکراؤ سائنس اور روایتی عیسائیت کے مابین تھا نہ کہ سائنس اور اسلام کے۔ اس ٹکراؤ میں شدت اور سائنسی حلقے کے چند افراد کے مذہب کے معاملہ میں انتہاپسندی، اس دور کے کلیسا کے انتہائی آمرانہ اور ظالمانہ رویہ کا ردعمل تھا“

پہلے جو بات کہی تھی اور جس بات کی پرزور الفاظ میں تردید کی گئی تھی اسی کے برعکس ساری باتوں کا خود اعتراف کر لیا گیا اور اس کے ثبوت میں سائنس اور مذہب کے ٹکراؤ کی تاریخ بھی پیش کر دی گئی۔ اور یہ بات ثابت کر دی کہ ابتدا ہی سے مذہب کا ٹکراؤ رہا ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے سمرقند و بخارا میں کمیونزم اور اسلام کے درمیان ٹکراؤ رہا۔ اور اس کے نتیجہ میں روس کو اسلام کا سب سے بڑا قبرستان بنا دیا گیا۔

پھر اپنے پہلے دعوے سے نیچے اتر کر دوسرا دعویٰ کیا گیا کہ سائنس کا ٹکراؤ اصلی عیسائیت سے نہیں تھا بلکہ روایتی عیسائیت سے تھا۔ اگر مدیر گرامی نے اصلی عیسائیت اور روایتی عیسائیت کے درمیان خط فاصل کھینچ کر بتا دیا ہوتا تو جواب زیادہ باوزن ہو جاتا۔ مدیر گرامی نے اپنے اس جواب سے مسلم دانشوروں کو پھر خود غلط فہمی میں مبتلا کر دیا اور ان کو یہ یقین کرنے پر مجبور کر دیا کہ جب دینی مدارس میں سائنس کے رواج کے بعد مسلمانوں میں ذہنی ارتداد اور الحاد پیدا ہوگا اور مسلم دانشور اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں گے تو حامیان سائنس یہی کہیں گے کہ سائنس کا ٹکراؤ اصلی اسلام سے نہیں بلکہ روایتی اسلام اور مسلم دانشوروں کے کٹرپن سے ہے اصل اسلام تو وہ ہے جس کو صرف تعلیم یافتہ طبقہ سمجھتا ہے۔ آج ہندوستان میں جو تمام دینی مظاہر ہیں شکل و صورت، وضع قطع، لباس و معاشرت، تہذیب و اخلاق، طور و طریق، نکاح و طلاق، رشتے و ناطے، نماز و روزہ، زکوٰۃ و حج، توحید، کائنات کے خالق و مالک کے غیر محدود تصرفات اور قدرت و اختیار اور حشر و نشر، حیات بعد الموت یہ سب ترقی پسندوں کے نزدیک روایتی اسلام ہے۔ اصلی اور حقیقی اسلام وہ ہے جس کو کریم چھاگلہ۔ نورالحسن۔ حمید دلوائی۔ عارف محمد خاں۔ ظفر علی نقوی اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ سمجھتا ہے۔ علماء اور مسلم دانشوروں کو معرفت کے اس بلند مقام تک پہنچنے میں ابھی صدیوں کی مدت درکار ہے۔

دینی مدارس وہ لوگ چلاتے ہیں جو اسلامی تعلیمات و روایات اور اس کے عملی مظاہر کو حقیقی اور اصلی اسلام سمجھتے

ہیں۔ ان کا اسلام جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی طرح قلم کی نوک اور زبان کی لفاظیوں تک محدود نہیں ہے اس لئے دینی تعلیم کے ساتھ کسی ایسے علم کی تعلیم کو کس طرح گوارا کر سکتے ہیں جو ان کے دین کی نفی کرتا ہے اور عقیدہ کی جڑوں میں کھولتا ہوا پانی دے کر اس کے استیصال کی کوشش کرتا ہے۔

اس تحریک کا سرچشمہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ہے اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ اس کی رہنمائی کرتا ہے۔ پلاننگ اور منصوبہ بندی ان لوگوں کی ہے جو اس یونیورسٹی سے وابستہ ہیں یا وہ لوگ ہیں جو اپنے عہدوں سے ریٹائر ہو چکے ہیں۔ اب ان کو تلاش ان ضمیمہ بردار وں کی ہے جو دو، دو، تین، تین سو روپے ماہوار دینی مدارس میں اپنی زندگیاں کھپا رہے ہیں۔ ان کو مدارس اسلامیہ کے نصاب کو ناکارہ پن کی بھی شدید شکایت ہے۔ منطق، فلسفہ اور علم کلام کی کتابوں کی لغویت اور ان کے مذہب دشمن ہونے کا بھی شدید احساس ہے۔ ان کا خیال ہے کہ دینی مدارس کے نصاب کو از سر نو مرتب کیا جائے اور ہر فن کی ایسی کتابیں مرتب کرائی جائیں یا منتخب کی جائیں کہ ایک ہی کتاب سے وہ فن حاصل ہو جائے۔ اس طرح "مرکز فروغ سائنس" ایک وسیع منصوبہ رکھتا ہے اور اپنے کام کا آغاز کر چکا ہے۔ مدارس دینیہ کے ارباب اہتمام اور اساتذہ سے رابطہ قائم کیا جا رہا ہے اور ان کو اپنی کانفرنس اور اصلاح و مشورہ کی مجلسوں میں بلا کر سر اور آنکھوں پر بٹھایا جا رہا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مرکز فروغ سائنس نے خصوصیت کے ساتھ دینی مدارس ہی کو کیوں نشانہ بنایا؟ جب کہ وہ جانتے ہیں کہ یہاں خالص دینی تعلیم دی جاتی ہے اور وہ بھی صرف عربی زبان میں۔ یہاں نہ انگریزی پڑھائی جاتی ہے اور نہ عصری علوم کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان مدارس کی افادیت کا اعتراف اور ان کی کارگزاری پر اظہار اطمینان بھی کرتے ہیں۔ اس کے باوجود خود ہی اس کی افادیت کو مجروح کرنے کے لئے اقدام بھی کرتے ہیں۔ ان کے لئے سہل ترین صورت تو یہ تھی کہ وہ ان تمام انگریزی سکولوں اور کالجوں میں فروغ سائنس کی مہم کو اور تیزی سے چلاتے جو مسلمانوں کے زیر انتظام چلائے جا رہے ہیں۔ ان کی تعداد بھی دینی مدارس سے کچھ کم نہیں ہے۔ اگر ان سکولوں اور کالجوں سے اپنی مہم کا آغاز کر کے مسلمان قوم میں وہ انقلاب برپا کرنے کا معجزہ دکھاتے جس کا سبز باغ مسلمانوں کو دکھایا جا رہا ہے اور ایسے سائنس دان پیدا کرتے جو دینی و دنیاوی علوم کے جامع ہوتے ان سکولوں اور کالجوں اور خود مسلم یونیورسٹی سے نکلنے والا سائنسدان ظاہر و باطن دونوں لحاظ سے اسلام کا ترجمان بن جاتا تو دنیا دیکھ لیتی کہ آپ نے جو منصوبہ بندی کی ہے اس کا عملی مسلم یونیورسٹی سے نکلنے والا سائنس اور ریاضی کا ماہر بھی ہے اور اسلام کا بہترین ترجمان بھی۔ ایک زمین اپنے اندر نشو و نما کی پوری صلاحیت رکھتی ہے اس کے سارے وسائل و ذرائع بھی موجود ہیں اس میں تخم ریزی کر کے فصل پیدا کرنا کہیں آسان ہے۔ اس بات سے کہ آپ ایک بنجر اور شور زمین کو منتخب کر کے اپنی محنت کو رائیگاں کرنے کے لئے نکلے ہیں۔ اگر عمل سے اس تحریک کی افادیت ظاہر کر دی جاتی تو زور بیان اور زور قلم دکھانے کی ضرورت نہ ہوتی۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ عرصہ دراز سے اب تک اس سلسلہ میں جو کام ہوا ہے وہ صرف یہی کہ چند افراد ان علوم کی سند لے کر آئے اور کسی یونیورسٹی میں لیکچر

بن کر چار پانچ ہزار تنخواہ پانے لگے اور بس۔ ان کی اپنی دنیا تو سنور گئی۔ اب قوم وملت کا افسانۂ درد بھی ان کو سننا منظور نہیں جب تک کہ وہ عہدے سے ریٹائر نہ ہو جائیں۔ اگر اس تحریک سے ایسے ہی چند افراد کی پیدا وار مقصود ہے اور اسی کو مسلمان قعرِ مذلت سے نکال کر بامِ ثریا پر پہنچانا سمجھتے ہیں اور یہی اس تحریک کی آخری منزل ہے تو خدا کے لئے آپ اس تحریک کو انہی لوگوں تک محدود رکھئے جن کے طائرِ فکر کی پرواز حسن بن صباح کی اس فردوسِ بریں کی بلندیوں تک ہے۔ عام مسلمانوں کے دینی تعلیم کے نظام کو درہم برہم کر کے اسلام کو اس سرزمین میں دفن کرنے سے احتراز فرمائیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔

ان کا خیال ہے کہ ایک عالم دین کو بہترین سائنسدان اور عصری علوم میں بھی ماہر ہونا چاہیئے تاکہ آج کی ترقی یافتہ دنیا میں اسلام کی ترجمانی کا فرض بہتر طور پر ادا کر سکے۔ چونکہ علماء اسلام عصری علوم سے نا آشنا ہیں اس لئے دورِ جدید میں وہ اسلام کی بہترین ترجمانی کرنے سے معذور ہیں۔ اور اپنے فرض کو صحیح طور پر انجام نہیں دے سکے۔

سوال یہ ہے کہ مسلم یونیورسٹی اور مسلمانوں کے زیر انتظام چلنے والے اسکولوں اور کالجوں نے جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں کتنے اسلام کے ترجمان پیدا کئے؟ جنہوں نے اسلام کی ترجمانی کا حق پورے طور پر ادا کیا ہو۔ عالم دین کو سائنس پڑھنا تو فرض ہے لیکن سائنس پڑھنے والے مسلمان کو دین کی ابجد سے بھی واقف ہونا کیوں دقیانوسیت ہے؟ ایسی صورت حال میں پھر دین کی بات اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کی عظمت اور اسلام کی بہتر ترجمانی کی بات درمیان میں کیوں لائی جاتی ہے؟ جدید تعلیم یافتہ ایک بھی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے کہ اس نے کوئی ایسا شخص بھی ملت کو دیا ہو جس نے سائنس کی اعلیٰ تعلیم حاصل ہو اور وہ دین کا بھی بہترین عالم ہو اور اس نے دین کے فروغ کے لئے کوئی قابل ذکر کام کیا ہو۔ کیونکہ اس کا مطمح نظر صرف دنیا ہے دین نہیں۔ اس کی پوری زندگی لیکچرر، ریڈر اور پروفیسر کی مسندت تک محدود ہو کر رہ جاتی ہے۔ ذہن میں یہ کھٹک پیدا ہوتی ہے کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ جو "پابندی رسوم و قیود سے" اپنی پوری زندگی میں آزاد رہتا ہے۔ ان کے دلوں میں اسلام کو سربلند کرنے، نئے دور کے تقاضوں کے مطابق اسلام کا ترجمان پیدا کرنے کا یہ جذبہ کیسے پیدا ہوا۔ ان کے دماغوں میں یہ سودا کیوں سما گیا کہ مسلمان قوم دنیا کی ترقی یافتہ قوموں کی صف میں اپنی دینی و مذہبی خصوصیات کے ساتھ کھڑی ہو جائے۔ اسلام کا ترجمان ایک طرف علوم دین میں ماہر کامل ہو تو دوسری طرف سائنس اور عصری علوم میں بھی اس کا مقام و مرتبہ اتنا بلند ہو جائے کہ وہ دورِ جدید کے چیلنجوں کا بھرپور مقابلہ کر سکے۔ اور پوری دنیا میں پرچم اسلام کی سربلندی کا فریضہ نہایت شاندار طریقے سے انجام دے سکے۔ جب کہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ بہترین دماغ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں آتے ہیں۔ دینی مدارس میں وہی طلبہ آتے ہیں جو معاشی اعتبار سے پسماندہ، ذہنی اعتبار سے کور مغز اور ناکارہ اور سماج کے نچلے طبقہ سے ہوتے ہیں۔ پھر ایسے ہی وہ ناقابل توجہ ذلیل و حقیر انسان کو دو متضاد طرح کے علوم اور زبان کی تعلیم دے کر مقام ثریا پر پہنچانے کا منصوبہ بناتے ہیں اور اس حیرت ناک اور محیر العقول تجربہ کے لئے میدان میں اتر آئے ہیں۔ یہ بڑی حیرت ناک بات ہے کیا ایسا تو نہیں کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ جو عام طور پر علماء دین اور مشائخ کو حقارت کی نگاہوں سے دیکھتا ہے وہ دینی مدارس پر شبخون مارنے کی تیاری کر رہا

ہے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ مسلمان اس دقیانوسی فرسودہ اور از کار رفتہ تعلیم سے ترک تعلق کر کے تہذیب جدید کی راہوں پر گامزن ہو جائے۔ اور ترقی یافتہ اقوام کے دوبدوش کھڑا ہو جائے؟ اس کے امتیازات وخصوصیات اور اس کی انفرادیت اپنی موت آپ مر جائے۔ شکل وصورت۔ وضع قطع۔ لباس، تہذیب ومعاشرت۔ خیالات وجذبات ہر اعتبار سے اس منزل پر آجائے جہاں کئی کمیونسٹ ممالک پہنچ چکے ہیں؟ اور یہی جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی ہندوستان میں معراج ہے۔

اس کھٹک کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ آج سے چالیس سال پہلے بھی قوم وملت کا یہ درد ایک بار اس کے سینے میں بڑی شدت سے اٹھا تھا۔ اس نے ہندوستان کے مسلمانوں کو سبق پڑھایا کہ ہندوستان میں دو قومیں ہیں ہندو اور مسلمان دونوں کا یکجا رہ کر اپنی تہذیب وتمدن اور اپنا دین بچانا ناممکن ہے لیکن یہ تحریک اس وقت عوامی تحریک بنی جب ان کو اسلامی حکومت کا سبز باغ دکھایا گیا اور ملک کو دو حصوں میں تقسیم ہونا پڑا۔ پھر اس کے بعد کیا ہوا یہ ساری دنیا جانتی ہے۔ ۸۰ لاکھ مسلمان ادھر سے ادھر مارے مارے پھرے لاکھوں مسلمانوں کو بوٹی بوٹی کر کے پھینک دیا گیا۔ ۳۰ ہزار مسلمان عورتیں اغوا کی گئیں اور دوسروں کے قبضے میں جا کر عزت وعصمت اور دین وایمان سب لٹانے پر مجبور رہوئیں۔ ہزاروں مسجدوں میں جانور باندھے گئے۔ مسلمانوں کی اربوں کی جائیداد پر حکومت نے قبضہ کر لیا۔ اور آج ستر کروڑ کی آبادی میں مسلمان کی حیثیت یرغمال کی ہو کر رہ گئی۔

پاکستان بن جانے کے بعد اسمبلی میں شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی نے اسلامی دستور بنانے پر زور دیا اور کہا کہ حسب اعلان پاکستان میں اسلامی حکومت قائم ہونی چاہئے۔ تو اس وقت کے وزیر خزانہ مسٹر شعیب نے کہا کہ مولانا! آج بھی تو اسلامی حکومت ہے۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ مسجد کے لوٹے اور کلوخ کے ڈھیلے جب حکومت کریں گے تبھی اسلامی حکومت ہوگی؟

پاکستان کی حمایت میں رعد وبرق کی طرح کڑکنے اور گرجنے والے علماء مسجد کے لوٹے اور کلوخ کے ڈھیلے بنا دئے گئے کیونکہ اب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ اسی طرح مسٹر جناح پر جب اسلامی دستور بنانے پر زور دیا گیا تو انہوں نے دو ٹوک جواب دیا۔

"پاکستان میں آج کے بعد کوئی مسلمان، کوئی ہندو، کوئی سکھ، کوئی عیسائی نہیں ہوگا، سب پاکستانی ہوں گے اور ایک پاکستانی قوم کی حیثیت سے ملک کی تعمیر میں حصہ لیں گے۔ بہت سے لوگوں کا دعویٰ ہے کہ پاکستان انہوں نے حاصل کیا ہے اس لئے صاف طور پر سن لیں کہ پاکستان تین چیزوں نے بنایا ہے۔ میں نے، میرے سکریٹری نے اور میرے ٹائپ رائٹر نے۔ اس لئے اس کے مستقبل کی بہتری کے لئے میں جو چاہوں گا کروں گا"

یہ تھا اس طوفاں بردوش تحریک کا انجام جو جدید تعلیم یافتہ طبقہ نے اسلام کی عظمت اور مسلمانوں کی سربلندی کے نام سے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کی صبح تک پورے جوش وخروش کے ساتھ اسلامی حکومت کا سبز باغ دکھا کر چلائی تھی۔ تحریک کامیاب ہو گئی، پاکستان بن گیا تو اسلام اور مسلمان کا نام لینے والے بے عزتی کے ساتھ اسٹیج سے اتار دئے گئے۔ یہ صرف اس لئے کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ پاکستان بنا کر صرف اپنا مستقبل محفوظ کرنا چاہتا تھا اور وہ محفوظ ہو گیا۔ نہ اسلام کی عظمت ان کے

(باقی ۳۶ پر)